اٹھارہویں صدی کا کولونیل ہندوستان اور ولیم ڈال رمپل کے White Mughals

ڈاکٹر شگفتہ حسین [1]، حنا جمشید **

Abstract:

"Powerful nations have always exerted their dominance over vulnerable territories to expand their empires. They have enforced their religion, economics, culture and diagnoses on other nations as was done especially in the Indian Subcontinent. Colonialism is the occupation by an aggressor over a territory where locals do not have the capacity and the resources to resist.

In the late eighteenth century, the British East India Company began colonializing Indian Subcontinent while gradually mesmerizing the Indian rulers. These traders infiltrated the economy, sociopolitical system, and the social norms and culture of the Subcontinent. This invasion marked the emergence of "The White Moghuls"; the British invaders acquiring Desi culture, wearing Desi dresses, loving Moghul food and even adopting the Moghul religion. These powerful tactics and an astute strategy allowed the White Moghuls to colonialize this land of opportunity by enticing local rulers who readily gave up their sanity and sanctity. Historians have written extensively about the fall of this Moghul empire. William Dalrymple describes the Indian Subcontinent of the late eighteenth century in his book, 'White Moghuls'. Dalrymple's historical account, specifically pertaining to life in Hyderabad Deccan, tells into realities of this era in unprecedented historical detail."

ولیم ڈال رمپل (William Dalrymple) کی کتاب "White Mughals" سن ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی تو اس کی دیگر کتابوں کی طرح اس کتاب نے بھی پڑھنے والوں کو بے حد متاثر کیا۔ ادب اور تاریخ کا خوبصورت امتزاج اس کی دل چسپی کو بڑھا دیتا ہے۔بظاہر یہ اٹھارہویں صدی کے حیدر آباد دکن کی رنگین فضاؤں میں پروان چڑھنے والے ایک تہلکہ خیز عشق کی داستان ہے لیکن

"White Mughals stands as a convincing indictment of imperialism."[۱]

طاقت ور قومیں ہمیشہ اس بات کی خواہش مند رہی ہیں کہ وہ دوسری قوموں یا علاقوں پر قبضہ جمائیں، اس مقصد کو پانے کے لیے وہ اپنا مذہب، معیشت، ثقافت ہر حربہ دیسی یا مقامی لوگوں پر لاگو کرتی ہیں۔ غیر ملکیوں کے دیسی لوگوں پر ایسے تسلط کو ''نو آبادکاری'' یا ''استعماریت'' کہا جاتا ہے۔ اٹھارہویں صدی کے اواخر میں ایک کولونیل ہندوستان معرضِ وجود میں آرہا تھا۔ ابھی تمام امورِ نو آباد کاری ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھ میں تھے لیکن مستقبل قریب کے حکمران ہندوستانیوں کو اپنے استعماری ہتھ کنڈوں سے شدید متاثر کر رہے تھے۔

۱۷۹۳ء میں جیمز کرک پیٹر ک (اس کہانی کا مرکزی کردار) ہندوستان کے ساحل پر اُترا تو یہ وہ دَور تھا جب انگریز بنگال میں قبضہ جمانے کے بعد میسور کے ٹیپو سلطان کو ختم کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ انگریزی تسلط بڑھ رہا تھا، جن Towns میں کمپنی کے دفتر قائم تھے وہاں کولونیل ازم کا اثر واضح دکھائی دے رہا تھا۔ ہر گزرتے سال وہاں چرچ کے ساتھ ساتھ تھیٹر اور لائبریریاں قائم کی جا رہی تھیں۔ انگریزی اخبار جاری ہو رہے تھے، انگریزی طرز کے کلب بن گئے

---

[1] پروفیسر ایمرائیٹس، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان

** اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج ، ساہیوال

تھے جن میں تاش کے پتوں کا کھیل ہوتا تھا، انگریزی طرز کے رقص اور Masquerads بھی کھیلے جا رہے تھے۔ فری میسن نے ایک Lodge بھی کھول رکھی تھی اورOld Etonians سالانہ کرکٹ میچ کرا رہے تھے۔ ۱۷۷۴ء میں ایک Calcutta Hunt Club بھی قائم ہو گیا تھا۔ دوسری طرف یہ خبریں بھی عام تھیں کہ کلکتہ، مدراس، بمبئی وغیرہ میں انگریزوں نے مغل لباس اور رسم و رواج اپنا لیے ہیں۔ ویسے دیسی لباس پہننے کی بڑی وجہ تو یہ تھی کہ موسم اتنا گرم ہوتا تھا کہ اس میں انگریزی لباس پہننا مشکل ہو جاتا تھا۔

جیمز کرک پیٹرک ۵۱ سال کی عمر میں ہندوستان آیا اور ۱۴برس ایسٹ انڈیا کمپنی کی مدراس فوج میں گزارے۔ اس عرصے میں اس نے فارسی اور ہندوستانی زبان پر مکمل عبور حاصل کر لیا۔ وہ دیگر افسروں کی طرح ہندوستانیوں سے نفرت بھی نہیں کرتا تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ اس کے ایک ہندوستانی بی بی سے تعلقات تھے جس سے اس کا ایک بیٹا بھی تھا اور صرف ایک جیمز ہی نہیں کسی بھی انگریز افسر کو ہندوستانیوں یا ہندوستانی معاشرے کے قریب آنا ہوتا تھا تو وہ کسی ہندوستانی عورت کو اپنی رکھیل یا بی بی بنا لیتا تھا اور یہ تعداد بعض اوقات پندرہ بیس پر بھی جا پہنچتی تھی۔ لہٰذا ناجائز بچوں کی تعداد کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ افسر ہندوستانی معاشرے اور کلچر کو بھی اپنا لیتے اور ہندوستانی زبان بھی سیکھ جاتے تھے، ایسے ہی انگریز افسروں کو ڈال رمپل نے White Mughals کہا ہے۔

جیمز کو جب حیدر آباد دکن میں کمپنی کا ریذیڈنٹ تعینات کیا گیا تو اس وقت نظام علی خان حاکم ریاست تھے۔ ارسطو جاہ وزیراعظم تھا جبکہ میر عالم خان نامی امیر دربار کا مضبوط کردار تھا۔ یہ جیمز کی محبوبہ/بیوی کا قریبی رشتہ دار تھا۔ جیمز نے حیدر آباد میں تیزی سے ترقی کی۔ وہ مغلوں اور مغلیہ ثقافت کو پسند کرتا تھا۔ اپنے ہاتھوں کی اُنگلیوں پر مغلوں کی طرح ہی مہندی لگاتا اور حقہ پیتا تھا اس کے بالوں اور دارھی مونچھوں کا سٹائل بھی مغلیہ انداز کا تھا۔ اس کا اپنا حرم تھا جس میں مغلوں کی طرح اس کی داشتائیں، دائیاں، اصیلیں اور لونڈیاں رہتی تھیں۔ بقول غلام امام خان:

> ”یہ ساری رسومات اس نے حیدر آبادی خواتین سے سیکھی تھیں جن کی صحبت میں وہ ہمہ وقت رہتا تھا۔“

اور غلام امام خان ان خواتین کا شکریہ بھی ادا کرتا ہے کہ

> ”یہ ان کی صحبت کا ہی فیض تھا کہ وہ اس قدر خوشگوار موڈ میں رہتا تھا۔“[۲]

جیمز کے پاس چیتے تھے جن کی مدد سے ہرنوں کا شکار کیا جاتا تھا جب انگریز شکار کرنے آتے تو دعوت کا اہتمام ہوتا جس میں حیدر آباد کی ناچنے والیاں بلائی جاتیں۔ ایسی ہی دعوتوں میں اُردو کی پہلی صاحبِ دیوان معروف شاعرہ اور حیدر آباد کی بہترین رقاصہ ماہ لقا چندا بائی کو رقص کے لیے بلایا جاتا۔ ماہ لقا دربار حیدر آباد کے طاقت ور اسیر میر عالم کی محبوبہ تھی لیکن اس نے اپنے دیوان کا انتساب جیمز کے اسسٹنٹ کیپٹن جان میلکم کے نام کیا تھا۔

جیمز کرک پیٹرک مشاعروں کی محفلوں میں شرکت کرتا، ارسطو جاہ کے مینشن میں مرغوں کی لڑائی دیکھتا، شطرنج کھیلتا اور کبوتر اُڑاتا۔ اس کے زمانے میں کمپنی کے تمام افسران جوش و خروش سے حیدر آباد کے تمام تہواروں، میلوں، ٹھیلوں، محرم اور رمضان کی تقریبات میں شرکت کرتے۔ بقول ڈال رمپل:

> "Wearing Indian costumes, marrying Indian wives and living a hybrid Anglo Mughal lifestyle had always been more popular, and the transformations were dramatic in these great centres of Mughal Culture than they were in the insular world of the Presidency towns."[۳]

جیمز کو حیدر آبادی دربار سے حشمت جنگ بہادر کا لقب ملا ہوا تھا اور حیدر آباد کے لوگ اسے اِسی نام سے پکارتے تھے۔ ۱۸۰۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے اعلیٰ حکام کو رپورٹ ملی کہ جیمز نے حیدر آباد کے اعلیٰ طبقے کے خاندان سے تعلق رکھنے والی ۱۴ سالہ دوشیزہ سے تعلقات قائم کر لیے ہیں۔ حیدر آبادیوں کا کہنا تھا کہ جیمز نے اس لڑکی سے زبردستی کی تھی اور اَب وہ

لڑکی حاملہ تھی۔

اِس وقت کے کولونیل ہندوستان میں جیمز کا ہندوستانی عورت سے تعلق قائم کرنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی کیونکہ تقریباً ہر انگریز یا فرانسیسی افسر یا جوان کے ہاں ہندوستانی بی بی موجود تھی۔ کیپٹن ولیم تھامس ایک کمپنی ملازم کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس کی ایک نہیں سولہ عدد داشتائیں تھیں جب اس سے پوچھا گیا کہ وہ اتنی ساری عورتوں کو کیسے سنبھالتا ہے تو اس نے بڑے آرام سے جواب دیا:

"Oh, I just give them a little rice and let them run around."[۴]

تھوڑے سے چاولوں کی خاطر ہندوستان کی Sanity اور Sanctity داؤ پر لگی ہوئی تھی لیکن ستم تو یہ تھا کہ کارواں والوں کو اپنے لٹنے کا احساس بھی نہ تھا، جو عورتیں ان انگریزوں سے وابستہ ہوتی تھیں ان میں سے اکثر یورپی طرزِ زندگی اپنا لیتی تھیں۔ ان کا لباس، فرنیچر، طعام سب یورپی ہو جاتا تھا اور کئی ایک تو عیسائی مذہب بھی اختیار کر لیتی تھیں۔ اکثر کا یہ حال تھا کہ انہیں یہ زندگی ایسی بھاتی تھی کہ جب گورا صاحب مر جاتا تھا یا وطن واپس چلا جاتا تھا تو وہ کسی دوسرے گورے صاحب کے دامن سے وابستہ ہو جاتی تھیں۔ یہ Multicultural اور hybrid دنیا تھی جسے بقول کسے Chutni Fictionکہہ سکتے ہیں۔ سیموئیل پی ہنٹنگٹن کا کہنا درست ہے کہ

> ”ثقافت ہمیشہ طاقت کی تقلید کرتی ہے۔ تمام تاریخ میں کسی تہذیب کی طاقت میں توسیع کے ساتھ ساتھ عموماً اس کی ثقافت بھی پھلی پھولی اور تقریباً ہمیشہ اس طاقت کی اقدار، رواجوں اور اداروں کو دوسرے معاشروں میں پھیلانے کے لیے استعمال کیا گیا۔“ [۵]

خیرالنساء، میر عالم خان کے کزن باقر علی خان عقل الدولہ، نظام حیدر آباد کے بخشی کی نواسی تھی۔ حیدرآبادیوں کا تو کہنا تھا کہ جیمز نے سیدزادی سے زبردستی کی تھی لیکن سچ یہ تھا کہ خیرالنساء ۱۴ سال کی عمر کو پہنچی تو اس کی شادی اس کے خاندان میں طے کر دی گئی لیکن وہ، اس کی ماں اور نانی سبھی اس شادی کے خلاف تھیں۔ باقر علی خان کے انگریزوں سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ جیمز کا بھی اس کے ہاں جانا ہوتا تھا، وہیں خیرالنساء کو پردے کی اوٹ سے جیمز دکھایا گیا اور جب ایک رات میر عالم اور باقر علی خان کو کسی کام سے حیدر آباد سے باہر جانا پڑا، خیرالنساء کی ماں اور نانی اسے ہمراہ لیے رات کے اندھیرے میں جیمز کے گھر پہنچ گئیں۔ جہاں خیرالنساء نے جیمز کو بتایا کہ وہ جیمز سے محبت کرتی ہے اور کسی صورت کسی اور سے شادی نہیں کرے گی۔ خیرالنساء کی والدہ نے بھی اس سے درخواست کی کہ وہ خیرالنساء کو قبول کر لے۔ ایک سیدزادی اور وہ بھی ایسی کہ جس کے خاندان میں حاملہ عورت کے سامنے بھی پردے میں جایا جاتا کہ کہیں کوکھ میں مرد بچہ نہ پل رہا ہو۔ ان طاقت ور Taboosکے باوجود اور اپنے قبیلے یا ذات برادری کی سخت پابندیوں کے باوجود اس کا خود کو انگریز ریذیڈنٹ کے حوالے کرنا محض محبت نہیں ہو سکتا تھا۔ فرانزفینن کا کہنا ہے کہ

> ”مقامی باشندہ جس نگاہ سے نو آبادکاروں کے شہر کو دیکھتا ہے وہ حرص اور حسد کی نگاہ ہوتی ہے اس نگاہ میں اس کی ملکیت کے خواب ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی ملکیت کے خواب ــــــ یعنی نوآبادکاروں کی میز پر کھانا کھانے کے خواب، نو آبادکاروں کے بستر پر سونے کے خواب اور اگر ممکن ہو تو اس کی بیوی کے ساتھ ــــــ“ [۶]

کیا یہی کیفیت خیرالنساء کی بھی تھی ــــــ؟؟ جب آپ کے اردگرد یہی معمولات اور ایسی ہی اخلاقی اقدار کا رواج ہو تو خیرالنساء کا اس کم سنی میں جیمز کی رکھیل بننے کے لیے دل و جان سے آمادہ ہونا سمجھ میں آتا ہے جب میر عالم اور باقر علی خان کو صورتِ حال معلوم ہوئی اور اُنہوں نے کمپنی کے اعلیٰ حکام کو رپورٹ کی تو جیمز کو خیرالنساء کو واپس بھیجنا پڑا لیکن خیرالنساء کی ماں نے اپنے باپ کو مجبور کیا کہ خیرالنساء حاملہ ہے اور حشمت جنگ بہادر سے اس کی شادی کرنا ہو گی۔ چنانچہ جنوری ۱۸۰۱ء میں خیرالنساء اور جیمز کرک پیٹرک کی باقاعدہ شادی ہوئی اور مارچ ۱۸۰۱ء میں جیمز کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور ۱۸۰۲ء میں بیٹی پیدا ہوئی۔

> ”طوفان آمیز تبدیلیوں کے اس زمانے میں جبکہ نجی زندگی کے پرخچے اُڑ رہے ہیں، معاشرتی نظام تہہ و بالا ہو رہا ہے اور ایک غیر مانوس طرزِ زندگی وجود میں آرہا ہے ــــــ مستقبل کے بارے میں بڑے سے بڑا سوال اُٹھانا نہ صرف دانشمندانہ جستجو کا مظہر ہے بلکہ انسانی بقا

کے لیے ناگزیر بھی ہے۔‘‘ [۷]

لیکن ہندوستان میں بڑا سوال تو دُور کی بات کوئی چھوٹا سوال بھی نہیں اُٹھا رہا تھا۔ دیسی رعایا اپنے ہر ہر فعل سے نوآبادیاتی حکومت کو تسلیم کر رہی تھی۔ ایڈورڈ سعید رڈیارڈ کپلنگ کے ناول پر تنقید کرتا ہے تو طنزیہ کہتا ہے____

’’اس سے زیادہ اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ دیسی رعایا باہر سے آئے ہوؤں کے علم اور طاقت کی منظوری دے اور اپنے معاشرے کی پسماندہ یا پست حالت پر یورپی رائے کو قبول کر لے۔‘‘ [۸]

اس دیسی رعایا نے انگریز سرکار کی اور کسی رائے کو قبول کیا تھا یا نہیں لیکن اپنی عورت کے گورے افسر کی رکھیل بننے کو ہنسی خوشی قبول کر لیا تھا۔ جیمز کی خیرالنساء سے شادی کے وقت نظام حیدر آباد نے جیمز کو اپنا منہ بولا بیٹا قرار دیا تھا۔ ایسی ہی صورتِ حال ایک اور جگہ بھی دکھائی دیتی ہے۔ جنرل ولیم پالمر جووارن ہیٹنگز اور جیمز کرک پیٹرک کا دوست تھا وہ پونا میں ریذیڈنٹ تھا۔ اس نے فیض بخش بیگم سے شادی کی تھی۔ اس خاتون سے اس کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ فیض بخش بیگم ایک Persian Colonal of Cavalry کی بیٹی تھی جو نواب آف اودھ کی فوج میں کرنل تھا۔ جنرل پالمر سے شادی کے بعد شہنشاہ شاہ عالم نے اسے اپنی منہ بولی بیٹی بنا لیا اور اسے ’’صاحب بیگم‘‘ کا لقب دیا جو ایک ایسی خاتون کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا کہ وہ امیر خاندان سے تو تھی لیکن اس کا شاہی خاندان سے کوئی تعلق نہ تھا۔ فیض بخش بیگم کی بہن نوربیگم کی شادی جنرل Benoit de Boigne سے ہوئی تھی۔

انہی دِنوں جب جیمز اور خیرالنساء کی شادی کا سلسلہ چل رہاتھا، موسی دریا کی دوسری طرف فرانسیسیوں کے کیمپ میں ڈاکٹر کیپٹن برنارڈ فینتھوم کی سات ہندوستانی بیبیاں تھیں جن میں "Senior Most" بی بی مغل شہزادہ فیروزشاہ کی بیٹی تھی۔ یہی کیپٹن برنارڈ مغل شہنشاہ اکبر شاہ ثانی کے دربار کا شاہی طبیب بھی تھا۔ اسی طرح لیفٹیننٹ کرنل جیمز ڈال رمپل جو حیدر آباد میں تعینات تھا اس نے نواب آف Masulipatam کی بیٹی موتی بیگم سے شادی کی جس سے اس کے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ بیٹے حسبِ روایت یورپ بھیج دئیے گئے اور وہ عیسائی رہے جبکہ بیٹی ماں کے پاس رہی ____نور جہاں بیگم، جس کی شادی اپنے باپ کی رجمنٹ کے ایک سپاہی سے ہو گئی۔ [۹]

کولونیل ذہن کا ایک ظلم یہ بھی تھا کہ ہندوستان کی عورتوں سے تعلقات قائم تو کیے جا سکتے تھے لیکن ان کی کوکھ سے جنم لینے والے اینگلو انڈین بچوں کے لیے کمپنی بہادر کے ہاں کوئی جگہ نہ تھی۔ ان خواتین میں سے بہت کم ایسی خواتین تھیں جن کو گورے صاحب کی وصیت میں کوئی حصہ ملا ہو گا۔ البتہ جو گورے دولت مند گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے وہ اپنے لڑکوں کو چار یا پانچ سال کی عمر میں انگلستان بھیج دیا کرتے تھے۔ ۱۸۰۵ء میں جیمز نے بھی جب اس کا بیٹا چار سال کا اور بیٹی تین سال کی تھی، انہیں انگلستان بھیج دیا ان کی پیدائش پر جیمز نے ان کے نام بالترتیب، ’’میر غلام علی اور نورالنساء صاحب بیگم‘‘ تحریر کیے تھے [۱۰] لیکن جب انہیں انگلستان روانہ کیا گیا تو انہیں ’’ولیم جارج کرک پیٹرک اور کیتھرین کرک پیٹرک‘‘[۱۱]کے نام سے ان کے دادا کے پاس بھیجا گیا۔ جیمز کرک پیٹرک ان دِنوں شدید بیمار تھا۔ بچوں کے انگلستان جانے کے ایک ماہ بعد وہ کلکتہ میں فوت ہو گیا اس وقت اس کی عمر صرف ۴۱برس تھی اور اس کی بیوہ خیرالنساء ۱۹سال کی تھی۔ شوہر کے انتقال کے بعد خیرالنساء کو سہارے کی ضرورت تھی۔ سو اس بار جیمز کے اسسٹنٹ ہنری رسل نے اسے اپنی ہندوستانی بی بی بنالیا۔

حوالہ جات

1. Hugh Macdonald, Herald (Glasgow) Review Included in "White Mughals", William Dalrymple, London, Harper Collins Publishers, 2002, P.iv

۲۔ غلام امام خان، ’’تاریخ خورشید جاہی‘‘، حیدر آباد دکن، ۱۸۶۹ء، ص۴۱۷

3. William Dalrymple, "White Mughals", P.53
4. Captain William Thomas, "The East Indian...." London, 2nd Edition, Vol-I, 1825, P.412

۵۔ سیموئیل پی ہنٹنگٹن، ’’تہذیبوں کا ت
-صادم اور عالمی نظام کی تشکیلِ نو‘‘، کراچی، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۳ء، ص۱۱۱

٦۔ فرانتزفینن، ’’افتادگانِ خاک‘‘، سجاد باقر رضوی (مترجم)، لاہور، کتاب نما، س۔ن، ص۳۱

۷۔ ایلوِن ٹوفلر، ’’موجِ سوم‘‘، توحید احمد اور ڈاکٹر محمود الرحمن (مترجمین)، پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۹ء، ص۱۷

۸۔ ایڈورڈ سعید، ’’ثقافت اور سامراج‘‘، یاسر جواد (مترجم)، پاکستان، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹ء، ص۱۲۹

9. William Dalrymple, "White Mughals", P.120

۱۰۔ ایضاً، ص۲۵۹ اور ص۳۰٦

۱۱۔ ایضاً، ص۳۹٦